دس سوالات کے جوابات

مکرمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوا، زمزم کی عمر کو اللہ دراز کرے، آپ نے سلفیت کے چہرہ سے نقاب الٹ دی ہے اور لوگ واقف ہو گئے ہیں کہ ان اہل توحید کی بناء مذہب کس خس وخاشاک پر قائم ہے۔

براہ کرم درج ذیل سوالات کے جوابات سے نوازیں۔

(۱) حضرات ائمہ اربعہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا یا نہیں؟

(۲) حضرات ائمہ نے پہلے مجتہدین کی تقلید کیوں نہیں کی؟

(۳) اگر تقلید ہی کرنا ہو تو خلفاء راشدین کی تقلید کیوں نہ کی جائے؟

(۴) جب چاروں ائمہ برحق ہیں تو کسی ایک کی تقلید ضروری کیوں ہے؟

(۵) کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے، تو اب ان کی تقلید کرنا خود ان کی مخالفت کرنا ہے۔

(۶) کہا جاتا ہے کہ چاروں ائمہ برحق ہیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب میں ایک چیز حلال ہے اور وہی چیز دوسرے مذہب میں حرام ہے، ایسی صورت میں دونوں مذہب برحق کیسے ہوا؟

(۷) قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

(۸) تقلید کے وجوب پر کون سی نص قطعی ہے؟

(۹) امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟

(۱۰) امام بخاری کس کے مقلد تھے؟

براہ کرم کسی قریبی اشاعت میں ان سوالات کا جواب عنایت فرمائیں۔

والسلام

رشید احمد اندھیری۔ بمبئی

زمزم! آپ کا خط بڑا طویل تھا، اگر پورا خط نقل کیا جاتا تو زمزم کے کئی صفحات بھر جاتے، میں نے اس میں سے زائد چیزوں کو حذف کر کے آپ کے سوالات کو مختصر کر کے نقل کر دیا ہے، اپنے سوالات کی جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ افسوس میں اس وقت تفصیل سے جواب دینے سے قاصر ہوں، جوابات سوالات کی ترتیب کے مطابق ہیں۔

(۱) حضرات ائمہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا، حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ **ثم انهم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیته من النواحی.** یعنی صحابہ کرام (آنحضور اکرم ﷺ کے بعد) مختلف شہروں میں چلے گئے اور ان میں کا ہر شخص اس حصہ کا جہاں وہ پہونچا مقتدی بن گیا۔ حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابی جہاں پہونچا اس کی وہاں تقلید کی جاتی تھی۔ حجۃ اللہ البالغہ ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں شاہ صاحب کا یہ کلام ہے۔ **وکان ابن عباس بعد عصر الاولین فنا قضهم فی کثیر من الاحکام و اتبعه فی ذلک اصحابه من اهل مکه** یعنی حضرت عباس صحابہ کرام کا دور اول گذر جانے کے بعد (مکہ میں موجود) تھے، انہوں نے بہت سے احکام میں پہلوں

کی مخالفت کی اور مکہ کے ان کے شاگردوں نے ابن عباس ہی کی پیروی کی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں بہت سے لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کے مقلد تھے، اوران کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

(۲) یہ دوسرا سوال جو عام طور پر غیر مقلدین کی زبان سے سننے میں آتا ہے، نہایت جاہلانہ ہے، تقلید عامی کے لئے ہے مجتہد کے لئے نہیں ہے۔قرآن میں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون. اگرتم جانتے نہیں ہوتو جاننے والے سے معلوم کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال کرنا ان کا فریضہ ہے جو اہل علم نہیں ہیں، یعنی جن کو براہ راست کتاب وسنت سے مسائل کے استخراج واستنباط کی قدرت نہیں ہے، اس لئے یہ سوال کرنا کہ ائمہ مجتہدین نے خود کیوں نہیں تقلید کی کتاب وسنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

(۳) یہ تیسرا سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر تقلیدی کرنا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی تقلید کیوں نہ کی جائے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ اہلسنت کے نزدیک جس طرح کتاب وسنت مستقل الگ الگ دلیل شرعی ہیں اسیطرح خلفائے راشدین کا عمل اوران کی سنت بھی مستقل دلیل شرعی ہیں۔ پس جس طرح ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے کتاب وسنت پر عمل کرنیکا اسی طرح ان ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کا اس لئے ائمہ کی تقلید کے ضمن میں مقلدین خلفائے راشدین کی بھی تقلید کرتے ہیں۔

(۴) بلاشبہ چاروں ائمہ برحق ہیں اس کے باوجود ایک ہی کی تقلید کو واجب اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسی میں دین وایمان کی سلامتی ہے، دسترخوان پر بہت سے کھانے چنے ہوتے ہیں اور سب کا کھانا جائز ہوتا ہے لیکن اگر کسی کو تجربہ سے معلوم ہوجائے کہ فلاں کھانا کھانے سے اس کا ہاضمہ خراب ہوجائے گا اوراس کی صحت بگڑ جائے گی تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس کھانے سے بچے۔

تقلید ائمہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ آدمی محض اللہ کے لئے اللہ کے احکام کا پابند ہو، دین وشریعت کو کھیل نہ بنائے، اور اپنی مرضی وخواہش کو دین نہ سمجھ لے، اگر عوام کو یہ چھٹی دے دی جائے کہ ائمہ اربعہ میں سے جس کی چاہیں تقلید کریں تو عوام دین کا تماشا بنالیں گے اور احکام شرعیہ کا احترام باقی نہ رہے گا، مثلاً حنفیہ کے یہاں زیوارت میں زکوۃ دینی واجب ہے شوافع کے یہاں نہیں تو کوئی لالچی حریص جس پر زیورات میں زکوۃ واجب ہے کہے گا کہ ہم زکوۃ نہیں دیں گے اور اس مسئلہ میں شافعی مذہب پر عمل کریں گے، اسی طرح ایک آدمی باوضو ہے اور اس کے بدن سے خون جاری ہو گیا تو اگر وہ کاہل اور سست ہے تو کہے گا کہ ہم وضو نہیں کریں گے اور شافعی مسلک پر عمل کریں گے حنفیہ کے یہاں اس کا وضو باقی نہیں رہتا شوافع کے مذہب میں خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غرض اب دین وشریعت کا وہ پابند نہیں رہے گا بلکہ دین وشریعت کو انسان اپنے تابع بنالے گا، جیسے آجکل جاہلوں کا دستور ہو گیا ہے کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر جب انہیں افسوس ہوتا ہے تو کسی غیر مقلد مولوی مفتی کے پاس چلے جاتے ہیں اور وہ انہیں فتوی دے دیتا ہے کہ تمہاری بیوی حلال ہے، اور ساری زندگی زنا کی معصیت میں یہ شخص مبتلا رہتا ہے محض بیوی کی خاطر دین وشریعت کا مذاق بنا دیتا ہے۔

لیکن جو دین وشریعت کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اور اپنے تدین وتقوی میں ایسے ممتاز ہیں کہ ان کے بارے میں اس طرح کا گمان نہیں کیا جا سکتا اور وہ صاحب علم بھی ہیں تو اگر اس قسم کے لوگ کسی ضرورت سے دوسرے مسلک پر عمل کریں تو اس سے کوئی روکتا نہیں، مگر عوام کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(۵) ائمہ نے اپنی تقلید سے عوام کو نہیں منع کیا ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو منع کیا ہے، ان کے شاگرد چونکہ خود ایک درجہ میں مجتہد تھے اس وجہ سے ائمہ نے ان کی تربیت کیلئے

فرمایا کہ تم لوگ براہ راست کتاب وسنت سے اخذ واستنباط کرو، جیسے استاد اپنے لائق شاگردوں سے کہتا ہے کہ اب تم اس درجہ پر ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری اقتداء وتقلید کی ضرورت نہیں بلکہ تم لوگ خود اس علم اور اس فن میں اپنی عقل کا استعمال کرو۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ شاگرد بالکلیہ استاد سے مستغنی ہو گیا بلکہ لائق شاگرد ہمیشہ اپنے آپ کو استاد کا محتاج ہی سمجھتا ہے اور اس کی تحقیقات کو اپنی نظر میں رکھتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

(۶) اس اعتراض کو عام طور پر غیر مقلدین جاہلوں کے سامنے رکھتے ہیں اور ان کو بہکانے کا اس اعتراض کو ذریعہ بناتے ہیں، حق ہونے کا مطلب پہلے آپ سمجھ لیں، حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہی کہ فلاں بات واقع کے مطابق ہے، مثلاً کسی نے چاند دیکھا اور اس نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور واقعۃً چاند نکلا بھی ہے تو کہا جائے گا کہ فلاں کا یہ کہنا کہ اس نے چاند دیکھا ہے حق ہے۔

اور حق کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں بات شریعت کے حکم کے مطابق ہے خواہ وہ واقع میں ویسی نہ ہو جیسے اسے ہونا چاہئے، مثلاً اگر چاند نکلا ہو مگر شرعی شہادت چاند کے ثبوت پر مہیا نہیں ہو رہی ہے تو علماء شریعت فیصلہ کر دیں گے کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے اور ان کا یہ فیصلہ کرنا حق ہوگا، حالانکہ چاند نکلا ہے، اور علماء کا فیصلہ کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے خلاف واقعہ ہے، مگر چونکہ شریعت کے حکم کے مطابق ہے اس وجہ سے علماء کا یہ فیصلہ ناحق نہیں ہوگا بلکہ یہی حق ہوگا۔

اسی طرح شریعت کا حکم ہے کہ اگر قبلہ مشتبہ ہو اور اس کا پتہ نہ چلے تو تحری کر کے آدمی نماز پڑھے، تحری کرنے کے بعد اگر چہ اس کا رخ کعبہ کی سمت نہ ہو تب بھی آدمی کی نماز درست ہو گی اور کہا جائے گا کہ اس نے ٹھیک نماز پڑھی ہے، اور اس کا نماز پڑھنا حق

ہے، چار آدمیوں نے تحری کر کے نماز پڑھی اور چاروں کا رخ چار سمت ہے تو سب کی نماز حق ہے اور سب کا قبلہ وہی حق ہے جس کی طرف رخ کر کے اس نے نماز پڑھی ہے اگر چہ واقع میں جس کا رخ کعبہ کی طرف تھا اس نے حقیقی معنی میں قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام شریعت کے حکم کیمطابق ہو خواہ واقع اور نفس الامر میں وہ ایسا نہ ہو جیسا اسے ہونا چاہئے تو اب یہ سمجھ لیجئے کہ ائمہ کے ذمہ مسائل شریعہ میں اجتہاد کرنا ہے، اسی کا ان کو حکم ہے، اور ان کے اجتہاد میں جو چیز کتاب وسنت اور حکم شرعی کے مطابق ہو گی اس پر عمل کرنا از روئے شرع ان پر واجب ہے، مجتہدین کی یہی ذمہ داری ہے، اس سے زیادہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے پس اگر کوئی مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور اس کے اجتہاد میں ایک چیز جائز ہوتی ہے تو اسی پر اس کو عمل کرنا ہے اور اسی مسئلہ میں کسی کا اجتہاد یہ ہو رہا ہے کہ وہ چیز حرام ہے تو اسی پر اس کو چلنا ہے، اور دونوں مجتہد اس معنی میں حق پر ہیں کہ انہوں نے مسائل شریہ پر عمل کرنے کے لئے ان کے لئے جو شریعت کا حکم تھا اس پر انہوں نے عمل کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ مجتہد اگر غلطی کرتا ہے تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے، اگر وہ حق پر نہ ہوتا تو غلطی پر اس کو اللہ کی طرح سے اجر کیوں ملتا، پس خوب سمجھ لیجئے کہ اصل چیز حکم شرع کا بجالانا ہے، خواہ نفس الامر میں وہ حکم واقع کے مطابق ہو یا واقع کے خلاف، دیکھئے ایک شخص پر قبلہ مشتبہ ہے مگر وہ تحری نہیں کرتا اور قبلہ کدھر ہے بلا اس کی تحقیق کئے نماز پڑھ لیتا ہے تو اگر چہ وہ ٹھیک ہی سمت نماز پڑھے مگر چونکہ اس نے خلاف شریعت کام کیا ہے، اس وجہ سے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ گنہگار ہو گا اور اس کا نماز پڑھنا باطل ہو گا، حالانکہ اس کا قبلہ واقع کے مطابق تھا اور حق تھا مگر چونکہ اس کا عمل شریعت کے مطابق نہیں تھا اس لئے اس کا حق قبلہ بھی شریعت کی نگاہ میں ناحق قرار پایا۔

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لیجئے جو صاحب اجتہاد نہیں ہیں اور بلا صلاحیت اجتہاد قرآن وحدیث کا معنی ومطلب بیان کرتے ہیں اوران سے احکام اخذ کرتے ہیں تو اگرچہ وہ بعض مسائل میں شریعت کے منشاء کو پا بھی لیں تب بھی وہ گنہگار ہوں گے اس وجہ سے کہ شریعت کا ان کے لئے حکم یہ تھا کہ وہ مجتہدین اور علماء دین کی طرف رجوع کریں، خود سے ان کے لئے اجتہاد کرنا حرام تھا۔

(۷) قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید اس لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث پر شریعت کے حکم کے مطابق عمل ہو اور شریعت اور قرآن وحدیث جاہلوں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بن جائیں، جیسے ڈاکٹری کی کتاب موجود ہونے کے باوجود ڈاکٹروں کی طرف رجوع کر کے ہی ڈاکٹری کی کتاب سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۸) تقلید کے وجوب پر یہ نص قطعی ہے **فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون** اور **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الرشدين** اور پھر اجماعت امت

(۹) اگر یہ سوال آپ کا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور امت نے امام بخاری کو اجتہاد کے اس مقام پر نہیں سمجھا ہے کہ مسائل فقہیہ میں ان کی تقلید کی جائے، ان کے ہزاروں شاگرد تھے مگر فقہی مسائل میں کسی نے امام بخاری کی تقلید نہیں کی، نہ امام بخاری کی طرف منسوب کسی فقہ کی تدرین ہوئی ہے کہ اس کی روشنی میں ان کی تقلید کی جاتی۔

اور اگر یہ سول غیر مقلدین کی طرف سے ہے تو اس امام بخاری کی کوئی کیسے تقلید کرے جس کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ ارشاد ہے۔

''دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملے میں مرفوع القلم ہیں، داستان گو کی چابکدستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری رہ گئی۔ (صدیقہ کائنات

ص١٠٦)

بھلا بتلایئے کہ جب امام بخاری حدیث ہی کے بارے میں جو ان کا خاص موضوع اور فن تھا اس قدر نا قابل اعتبار ہیں تو فقہ میں ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) اس بارے میں ہمیں کسی حنفی کا قول نہیں ملا، البتہ غیر مقلدین ان کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہتے ہیں اور طبقات الشافعیہ میں ان کو شافعی لکھا ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری